حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی ساہیوال سرگودھا

دینی مدارس اور اُن کے نصابِ تعلیم میں تبدیلی کا مسئلہ

★

کیا عدلیہ بحالتِ موجودہ اسلامی قانون سازی کی صلاحیت رکھتی ہے ؟

اہل علم و نظر کیلئے لمحۂ فکریہ !

> جنرل ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے اپنی ایک اہم پریس کانفرنس میں مدارس دینیہ کے نصاب میں تبدیلی کی خواہشات کا اظہار کیا ہے۔ پیش نظر مضمون میں اس موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ہم ملک کے دیگر اربابِ فکر و نظر کو بھی اس اہم مسئلہ پر وقیع اور سنجیدہ خیالات پیش کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔
>
> " ادارہ "

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بڑھ کر سہرا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دینِ اسلام اور اسکی تمام تعلیمات کا منبع اور سرچشمہ قرآن مجید ہی ہے۔ مگر چونکہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور اسکی فصاحت و بلاغت بھی نقطۂ عروج پر پہنچی ہوئی ہے جس تک رسائی انسانی قوٰی کیلئے محال ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی مراد کا بیان کرنا حسبِ ارشادِ ربانی : لتبین للناس ما نزل الیھم۔ (تاکہ آپ بیان کر دیں اسکو جو نازل کیا گیا ہے انکی طرف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرما دیا گیا۔ آپ کے بیان کے بغیر مرادِ خداوندی کا یقینی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے قرآن فہمی اور مرادِ خداوندی پر اطلاع کے لئے حدیثِ رسول کی بھی ضرورت ہے۔ پھر چونکہ فقہ قرآن و حدیث سے حاصل شدہ مسائل کا نام ہے، محض تخیلاتِ انسانی اور ذاتی قیاس آرائی کا نام نہیں ہے۔ جیسا کہ غلط فہمی سے سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس لئے قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے لئے علم فقہ بھی ضروری ہوا۔ غرضیکہ قرآن مجید میں جس تفقہ

فی الدین (دین میں سمجھ پیدا کرنا) کو لیتفقہوا فی الدین - تاکہ وہ دین میں خوب سمجھ پیدا کریں - میں امت پر فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ زمانہ میں ایسے افراد امت میں ضرور موجود ہوں، جنکو تفقہ کا یہ درجہ حاصل ہو۔ تفقہ کا درجہ ان مذکورہ تینوں علوم میں مہارت و حذاقت حاصل کئے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے امت پر فرض ہے کہ وہ ہر زمانہ میں اپنی قدرت و استطاعت کے مطابق تعلیم کا ایسا نظم قائم رکھے جس سے ان تینوں علموں میں مہارت حاصل ہو کہ تفقہ کا وہ درجہ حاصل ہو سکے جسکا باقی رکھنا امت پر فرض کفایہ ہے۔ تعلیم کا ایسا انتظام کئے بغیر امت اس فرض کفایہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔

ہمارے دینی مدارس میں جو نصاب درسِ نظامی کے نام سے رائج ہے۔ اس میں اگرچہ تقریباً بیس[2] علوم فنون کی کم و بیش ،، کتابیں شامل ہیں۔ اور انکی تعلیم کو نہایت مفید و مناسب ترتیب کے ساتھ دس سالوں پر تقسیم کر دیا گیا ہے۔ مگر ان میں بھی حدیث و تفسیر قرآن اور فقہ کی کتابیں ہی اصل مقصود ہیں اور باقی دوسرے علوم و فنون کی کتابیں ان تینوں علموں کی معاون و مددگار ہیں۔ اگرچہ بعض کو سطحی نظر سے بعض کتابوں کا علومِ دینیہ سے تعلق ظاہر نہیں ہوتا۔ غور سے دیکھا جائے تو درسِ نظامی کی سب کتابوں کو ان علوم مقصودہ سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق حاصل ہے۔

اسلامی حکومت میں مدارس کا نصاب

واضح رہے کہ اسلامی حکومت میں سب سے پہلا مدرسہ مسجدِ نبوی کے اندر قائم ہوا۔ اس کا نصاب بھی قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم ہی تھا۔ قرآنِ کریم کی تعلیم سے تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا جو تمام اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔ اصحابِ صفہ کا حلقہ درس قائم ہوا جس میں ایک شخص قرآنِ مجید پڑھتا تھا اور حلقہ کے دوسرے حاضرین اسے توجہ سے سنتے اور یاد کرتے تھے۔ خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن کے علاوہ تعلیم کتاب کے منصب پر فائز تھے جو الفاظ کے معانی اور بیان احکام پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حدیث و فقہ کی تعلیم تھی۔ جوں جوں اسلام کی اشاعت کا سلسلہ پھیلتا گیا یہ سلسلہ تعلیم قرآن و سنت مع فقہ کے وسعت پکڑتا گیا، کیونکہ قرآن و سنت کی تعلیم کے معنیٰ ہی فقہ کی تعلیم ہے۔ اس لئے کہ فقہ ان احکام کا نام ہے جو قرآن و سنّت سے اخذ کئے جاتے ہیں۔

تو اب قرآن و سنّت کی تعلیم کا مطلب صرف قرآن و سنّت کے الفاظ کی تعلیم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ قرآن و سنّت سے مسائل و احکام کا استنباط اور اخذ کرنا ہے۔ یہی فقہ کی تعلیم ہے۔ نہ معلوم فقہ کے نام سے محض لوگوں کے اذہان کیوں اجنبیت محسوس کرنے لگے ہیں۔ غرضیکہ ہر جگہ عمال کے ساتھ مستقل معلمین بھی بھیجے جانے لگے۔ جنہوں نے مفتوحہ علاقوں میں مکاتب جاری کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا جن میں صرف قرآن مجید اور حدیث و فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس دور میں مسجدیں تعلیم گاہوں کے طور پر

استعمال ہوتی تھیں۔ مفتوحہ علاقوں میں جہاں کہیں مدرسہ کی ضرورت پیدا ہوتی وہاں نئی مسجد بنا دی جاتی تھی۔ پانچویں صدی ہجری سے تعلیم کیلئے مسجدوں سے الگ مستقل عمارتیں بنائی گئیں۔ ان عمارتوں کے ساتھ اساتذہ اور طلبہ کے لئے اقامت گاہیں یعنی ہوسٹل بھی تعمیر کئے گئے۔ اہل علم کے لئے تنخواہیں اور طلبہ کیلئے وظائف کا تقرر ہوا۔ ان مصارف کے لئے بڑے بڑے اوقاف قائم کئے گئے۔

بہرحال مقصد یہ ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک دینی نصاب تعلیم کی یہ خصوصیت اپنی جگہ پر قائم چلی آرہی ہے کہ اس میں قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اور دوسرے علوم و فنون کو ان بنیادی علوم کے تابع بنا کر مبادی کے طور پر تعلیم دی جاتی تھی۔

ہندوستان میں مدارس کا قیام ہندوستان میں دینی مدرسہ کی سب سے پہلی عمارت تاریخ فرشتہ کی رو سے ناصر الدین قباچہ نے مولانا قطب الدین صاحب کاشانی کے لئے ملتان میں بنوائی تھی۔ جس میں پانچویں صدی ہجری کے آخر میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے تعلیم حاصل کی تھی۔ (از نبوی نظام تعلیم) اس کے بعد ہندوستان میں دینی مدارس کا یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ دینی مدارس کی کفالت کے لئے بڑی بڑی زمینیں وقف ہوتی تھیں۔ علاوہ ازیں حکومت وقت بھی ان کی کفالت کے لئے خصوصی انتظام کرتی تھی۔ اس لئے اس زمانہ میں چندہ کا موجودہ سسٹم رائج نہیں تھا۔ بالآخر سلطنت مغلیہ کے زوال سے ہمارا یہ صدیوں پرانا نظام تعلیم بھی برباد ہوگیا۔ سلطنت برطانیہ نے زمام اقتدار سنبھالنے کے بعد قرآن و حدیث اور فقہ سے جاہل رکھنے کیلئے اپنا ایک نیا نصاب تعلیم ملک کو دیا جسکی ابتداء بلی کتے کی کہانیوں سے ہوتی تھی۔ جس سے طفلانہ دلچسپی کے سوا کوئی اخلاقی تعمیر سیرت کا فائدہ نہیں ہوا۔ البتہ انگریز نے جس نقطۂ نگاہ کے پیش نظر اس نصاب کو جاری کیا تھا، اس میں وہ کامیاب ہوگیا۔ کہ اکثر نوجوانوں کے دلوں سے احترام مذہب جاتا رہا۔ اور وہ اعلانیہ مذہب کے باغی اور بیگانہ ہونے کا اظہار کرنے لگے۔ مذہب سے بیگانگی اور لاتعلقی اس نصاب کا خاصہ لازمہ تھا۔ جو شخص اس سے بچا رہا وہ اپنی فطری صلاحیتوں اور زیادہ تر اپنے ماحول اور پرانے طرز تعلیم کے اثرات کیوجہ سے بچا رہا۔ علماء کرام نے جب یہ دیکھا کہ سرکاری مدارس کے نصاب تعلیم کے ذریعہ مسلمانوں کو مذہب اسلام سے بیگانہ اور برگشتہ کیا جارہا ہے۔ تو انہوں نے دین اسلام کی حفاظت کے لئے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھکر اس میں وہی قدیم نصاب تعلیم رائج کر دیا۔ دیوبند کے ساتھ ہی دوسرے مختلف شہروں سہارنپور، مرادآباد وغیرہ میں بھی ایسی ہی دینی درسگاہیں قائم کی گئیں اور ان میں بھی یہی درس نظامی رائج کیا گیا جو اب تک پاک و ہند کے دینی مدارس میں رائج چلا آرہا ہے غرضیکہ یہ نصاب برس ہا برس سے دینی مدارس میں رائج اور عرصہ دراز سے تجربہ میں آرہا ہے۔ اس لئے اس نصاب کے بارہ میں بلاخوف تردید یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ دینی علوم

قرآن وحدیث اور فقہ وتفسیر کے اندر مہارت پیدا کرنے کیلئے یہ نصاب بے نظیر ہے۔ اور اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اس کا ثانی اور بدل دوسرا نصاب کوئی نہیں ہو سکتا۔ گذشتہ صدی کے وہ تمام علماء اور صلحا جنہوں نے اس نصاب کے ذریعہ اپنی علمی تکمیل کی اور پھر تمام عمر اسی کی خدمت میں گذار دی اس نصاب کے کامیاب اور مفید ہونے کی وہ واقعاتی اور تجرباتی دلیل ہے جسکو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ پاک و ہند میں جس قدر علماء دین ہوتے ہیں جن کے علم وفضل پر سب کو اعتماد رہا ہے وہ کم و بیش اسی نصاب کے ذریعہ علم وفضل کے اس بلند مقام پر فائز ہوئے ہیں۔ ابھی قریب میں بھی اس نصاب سے استفادہ کرنے والوں میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ مولانا خلیل احمد سہارنپوری مولانا عبدالرحیم رائپوری حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا ظفر احمد عثمانی۔ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی مولانا محمد یوسف بنوریؒ وغیرہ وغیرہ کے چند اسمائے گرامی نمونہ مشتے از خروارے کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ متذکرہ علماء کرام کے معیاری علم وفضل کی نظیر نہ یہ کہ صرف پاک و ہند میں دستیاب نہیں ہو سکتی بلکہ پوری دنیائے اسلام میں بھی بہت ہی کمیاب ہے۔ اس درجہ کے علم وفضل کا حاصل ہونا اسی نصاب کا مرہون منت ہے جسکا دنیا نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا ہے۔ اور جو صدیوں سے آزمایا ہوا اور تجربہ شدہ ہے۔ حلب شام کے مدارس العلمیہ کے مدیر الشیخ عبدالقادر نے ۱۳۴۵ھ میں جب ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ تو دیوبند اور سہارنپور بھی تشریف لاتے تھے۔ مظاہر علوم سہارنپور میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا کہ یہاں کے علماء میں جو استعداد اور قابلیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہمارے مدارس کے فاضل علماء میں نہیں ہوتی۔ اس لئے میں یہاں کا طرز تعلیم دیکھنے آیا ہوں۔ (از دینی مدارس)

عربی زبان میں لکھنا پڑھنا اور عربی دانی کیوجہ سے سطحی انداز میں بہت سی کتابوں کا مطالعہ کر لینا اور پڑھ لینا اور بات ہے، اور دقیق نظر سے عمق وگہرائی میں سے مطلب وحقیقت کا ادراک کر لینا بالکل دوسری چیز ہے۔ یہ بات اسی درس نظامی کی کتابوں کو محنت وتربیت کے ساتھ پڑھنے کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

> صدیوں کا تجربہ یہی بتلا رہا ہے اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے علماء بھی دوسرے مروجہ نصابوں پر اس نصاب کی برتری کے قائل ہو چکے ہیں، اب اگر دینی مدارس میں یہی نصاب باقی اور زیر درس رہیگا تو اس سے امید کی جا سکتی ہے کہ زمانہ ماضی کیطرح کے ممتاز قابلیت کے علماء تیار ہوتے رہیں گے ورنہ استعداد علمی کے لحاظ سے جو حال دوسرے مدارس کے تعلیم یافتہ علماء کا مشاہدہ میں آرہا ہے۔ وہی حال ان دینی مدارس کے فضلاء کا بھی ہونے لگے گا۔

ایک ایسے نصاب کے بارہ میں ترمیم و تبدیلی کا مشورہ نہ معلوم کس مقصد کے لئے دیا جارہا ہے جسکی افادیت و جامعیت کا عرصہ سے تجربہ ہوچکا ہے۔ اور دینی مقاصد کے حصول میں وہ نصاب بے حد و حساب مفید ثابت ہو رہا ہے۔ ترمیم و تبدیلی کی ضرورت ایسی صورت میں تو قابل غور ہوسکتی تھی کہ اس موجودہ نصاب سے وہ مقاصد حاصل نہ ہوتے جن کے حصول کے لئے دینی مدارس کا قیام ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے سامنے ایسے مدارس عربیہ کی مثالیں موجود ہیں جن میں دینی مقاصد کے حصول کے ساتھ دنیوی مقاصد کے حصول کیلئے درس نظامی میں ترمیم کرکے زمانہ حاضرہ کی بعض ضروریات کی تحصیل کیلئے بعض نئے فنون کی کتابیں داخل نصاب کردی گئی ہیں۔ اس کا تجربہ مدرسہ عالیہ اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں بھی ہوچکا ہے۔ اور ندوۃ العلوم لکھنؤ کا تو قیام ہی دینی اور دنیوی مقاصد کی تحصیل کے لئے ہوا تھا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیوی مقاصد غالب آگئے اور دینی مقاصد مغلوب ہوکر رہ گئے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ایسے نصاب کے ذریعہ دینی علوم کے ماہر معیاری ایسے علماء تیار نہیں ہوسکے جسطرح سے درس نظامی سے تیار ہوتے رہے ہیں۔

پھر یہ نصاب کوئی وحی نہیں ہے کہ کسی صورت میں بھی اسکی تبدیلی نہ ہوسکتی ہو۔ یہ صرف ایک تجرباتی چیز ہے۔ اگر دینی مدارس کے اصل مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی تبدیلی کی جائے جس سے مطلوبہ مقاصد میں کسی قسم کے خلل کا اندیشہ نہ ہو تو اس پر غور کیا جاسکتا ہے ؎

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بڑھ کر سہرا

لیکن ماضی کے تجربوں کے نتائج سے تو یہی ثابت ہو رہا ہے کہ درس نظامی کے اندر تبدیلی کے بعد دینی مدارس کے مطلوبہ مقاصد پوری طرح ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے۔

دینی مدارس کا اصل مقصد دینی مدارس کا اصل مقصد قرآن و حدیث اور تفسیر و فقہ، دینی علوم میں کامل مہارت کا پیدا کرنا اور دین میں تفقہ کا معیاری درجہ حاصل کرنا ہے۔ اور اس معیاری علم کے حاصل کرنے کیلئے بڑی محنت اور یکسوئی کی ضرورت ہے۔ شب و روز تحصیل علم میں اشتغال و انہماک کے بغیر معیاری درجہ کا علم حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اکتساب علم کے زمانہ میں اگر معمولی سی بھی بے توجہی اور بے خیالی سے کام لیا گیا، تو پھر وہ مطلوبہ مہارت اور تفقہ کا درجہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے ماہر اور تجربہ کار علماء دین نے طلباء علوم دین کے لئے علم کے اکتساب و تحصیل کے زمانہ میں کسی ایسی چیز کی طرف توجہ کرنے کو سخت مضرت رساں سمجھا ہے۔ جس سے طالب علم کی توجہ طلب علم سے ہٹ کر دوسری کسی جانب لگ جانے کا احتمال ہو اور اکتساب علم میں خلل انداز ہونے کا اندیشہ ہو، یہاں تک کہ طلب علم کے زمانہ میں تصوف و سلوک کے ایسے خاص اشغال و

وظائف سے بھی روکا ہے۔ جن کے لئے توجہ اور وقت درکار ہوتا ہے۔ کیونکہ ان امور کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے طلب علم میں کمی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور عقل و تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ایک وقت میں دو کاموں کی طرف پوری توجہ نہیں کی جا سکتی۔ جب دینی علوم کے ساتھ دنیوی علوم و فنون بھی حاصل کئے جائیں گے تو توجہ تقسیم ہو کر یکسوئی فوت ہو جائے گی۔ اس طرح علوم دینیہ میں کمال اور مہارت پیدا کرنے کی طرف پوری دلچسپی باقی نہیں رہ سکتی۔ اور دینی مدارس کے قیام کا مذکورہ اصل مقصد کما حقہٗ حاصل نہیں ہو سکتا۔

دوسرے نصاب کے داخل کرنے کی مضرت | عالم دین کیلئے منشی فاضل مولوی فاضل وغیرہ کے امتحان کو بھی اسی لئے ماہرین علوم دینیہ نے پسند نہیں کیا تھا کہ پھر وہ اسکولوں کی تلاش اور وہاں کے محدود نصاب کی تعلیم میں مشغول ہو کر اپنی علمی استعداد اور اس میں روز افزوں ترقی کے مواقع سے محروم ہو جائیگا اسکی ایک دو نہیں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ دینی مدارس کے ذی استعداد فضلاء نے سرکاری امتحان دیکر اپنی تمام عمر سرکاری سکولوں میں گذار دی اور اس طرح اپنی علمی استعداد اور قابلیت کو وہاں کے محدود نصاب میں گم کر دیا اگر وہ دینی مدارس میں کام کرتے تو یقیناً ان کی استعداد و قابلیت کہیں زیادہ ترقی کر جاتی۔ اس تجربہ کے خلاف کوئی شاذ و نادر ہی مثال مل سکے گی۔

سرکاری مدارس کا نصاب | پاکستان کے بعد بجا طور پر امید تو اس بات کی کی جا رہی تھی کہ انگریزی زمانہ کی یادگار نظام تعلیم و تربیت کو بدل کر ایسا نصاب تعلیم رائج کیا جائے گا۔ جو اسلام کے تقاضوں کے عین مطابق ہوگا۔ اور صرف کلرک پیدا کرنے کی بجائے اس سے صاحب سیرت و کردار مسلمان پیدا ہوا کریں گے جن سے ملک و ملت کی تعمیر و بقاء کا کام لیا جا سکے گا۔ مگر افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ تیس سال کا عرصہ گذر گیا۔ یہ امید پوری نہیں ہو سکی۔ اور سابقہ حکومتوں نے سرکاری مدارس کے نصاب کو اسلامی اور ملکی تقاضوں کے مطابق بنانے کی ضرورت کا احساس ہی نہیں کیا۔ مگر انگریزوں کے چلے جانے کے باوجود اس نصاب کی صورت میں لارڈ میکالے کی روح بدستور اپنا وہ کارنامہ انجام دے رہی ہے۔ اور اپنا وہ مقصد حاصل کر رہی ہے جو اس نصاب سے اس کا مقصود تھا۔ کہ خون اور رنگ کے پاکستانیوں کا مذاق۔ رائے الفاظ اور سمجھ بوجھ بدستور سابق انگریزی ہی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نصاب کے پروردہ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ تعلیم و ترقی کے اس دور میں دینی مدارس کا کیا فائدہ ہے۔ اور یہ بات ان کی انگریزی سمجھ بوجھ میں ہی نہیں آتی کہ دینی مدارس کے ذریعہ پیدا ہونے والے خالص ملا سے بھی ملک و ملت کی بقا اور تحفظ اسلام کا فریضہ انجام پا رہا ہے۔ اور یہ کہ ان ملاؤں کے پیدا کرنے والی درسگاہوں کا وجود بھی ملک و ملت کے لئے اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنا کہ دوسرے مروجہ علوم و فنون کی درسگاہوں کا ملک میں ہونا ضروری

سمجھا جاتا ہے۔

جسطرح دنیا کی موجودہ حکومتوں نے اپنے اپنے ماہرین تعلیم کے مشوروں کے مطابق تعلیم کے مختلف شعبوں۔ ڈاکٹری۔ انجینئرنگ۔ اور قانون وغیرہ کی تعلیم کے لئے الگ الگ کالج قائم کئے ہوئے ہیں۔ اور سب شعبوں کیلئے تعلیم کا یکجا انتظام ممکن نہیں۔ اور نہ ہی ہر شخص کے لئے ہر شعبہ میں تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ بلکہ جس شخص کو جس شعبہ اور فن کے ساتھ طبعی مناسبت اور دلچسپی ہوتی ہے۔ وہ اپنے پسند کے کالج میں داخلہ لے لیتا ہے۔ اور کسی کو بھی اس پر یہ اعتراض نہیں ہوتا کہ تم نے ایک ہی کالج اور ایک ہی شعبہ میں تعلیم کیوں حاصل کی۔؟

سب کالجوں اور تمام شعبوں میں داخلہ لینا اور تمام فنون کی تکمیل کرنی ضروری ہے۔ ورنہ تمہاری تعلیم ناقص رہے گی۔ اور باوجودیکہ ڈاکٹری میں ڈگری حاصل کی ہے۔ مگر پھر بھی اس لئے ناقص یا ڈگے کہ لا کالج وغیرہ سے ڈگری حاصل نہ کر سکے۔

اس اعتراض نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ملک میں جسطرح ماہر قانون وکلاء کی ضرورت سمجھی جاتی ہے اسی طرح قابل ڈاکٹروں وغیرہ وغیرہ کی بھی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ اور ہر شخص کے لئے یہ بات مشکل ہے۔ کہ وہ ڈاکٹری اور قانون دونوں شعبوں میں مہارت حاصل کر سکے۔ اور پھر دونوں شعبوں میں خدمات انجام دینے کیلئے بھی اسکو وقت میسر آسکے اس لئے ہی دونوں شعبوں میں اگر کسی طرح قابلیت حاصل بھی کر لی جائے تو بھی لامحالہ کسی ایک شعبہ کو اپنی خدمات کے لئے مخصوص کرنا پڑے گا۔ اور اسی شعبہ میں اسکو مہارت و تجربہ بھی حاصل ہو سکے گا۔ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر ملک۔ وملت کی بقاء اور اسلام و اسلامیات کے تحفظ کے لئے دینی مدارس کا تشخص اور ان کا موجودہ علیحدہ نظام اور طریق تعلیم قائم رہنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ ان میں قانون اسلام کے ایسے ماہرین پیدا ہوتے رہیں جو تمام عمر یکسوئی کے ساتھ ہمہ تن مشغول رہ کر دین کے شعبہ میں کام کرتے رہیں اور اپنی خدمات کے لئے اسی دین کے شعبہ کو مخصوص کریں۔

اگر قیام پاکستان کے فوراً ہی بعد سرکاری مدارس کے نصاب میں یہ نہایت ضروری تبدیلی کر دی ہوتی کہ علوم اسلامیہ کو نہ صرف شامل کر لیا جاتا بلکہ ان کو مقصد اور اولیت کا درجہ بھی دیدیا جاتا تو اب حکومت کیطرف سے جو عدالت عالیہ کے جج صاحبان کو کسی قانون کے خلاف شریعت اسلامیہ ہونیکی صورت میں اسکو منسوخ کرنے کا اختیار دیدیا گیا ہے۔ مشکل پیش نہ آتی اور یہ سوال کھڑا نہ ہوتا کہ جب ہمارے قابل احترام عدلیہ کے جج صاحبان کو اسلامی قوانین سے کما حقہ واقفیت ہی حاصل نہیں ہے تو وہ کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کیسے کریں گے۔ اور یہ اختیار دیکر ان کو ایک گونہ مشکل اور آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے۔ بلکہ غور

سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اختیار دیکر ان جج صاحبان کو ایسے کام کے انجام دینے کی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے۔ جو بحالت موجودہ ان کی صلاحیت کے دائرۂ کار سے باہر اور حدود عمل سے خارج ہے۔ اور کسی بھی شخص کو کسی ایسے عمل کی تکلیف دینا جسکی انجام دہی کی صلاحیت اس نے حاصل نہ کی ہو۔ تکلیف مالا یطاق میں داخل ہے۔ اگر کوئی صاحب اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ قانون ملکی کے ماہرین ہونے کے ساتھ ہمارے فاضل جج صاحبان کو قانون شریعت کے اندر بھی مہارت کا درجہ حاصل ہے۔ تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ قوانین شریعت کا باقاعدہ استاذوں سے علم حاصل کئے بغیر انگریزی اردو ترجموں کو دیکھ کر یا عربی زبان کی واقفیت کے بل بوتے پہ مہارت کا دعویٰ کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص ملکی قوانین کا اردو انگریزی میں مطالعہ کر کے ان تجربہ کار جج صاحبان کے مقابلہ میں دعویٰ کرنے لگے کہ میں بھی ملکی قوانین کا ماہر ہوں جنکی عمروں کا اکثر و بیشتر حصہ ملکی قوانین کے باقاعدہ حاصل کرنے اور ماہرین قانون اور تجربہ کاروں کے ساتھ مدتوں کام سیکھنے میں گذرا ہے۔ کسی بھی عقلمند شخص کے نزدیک۔ صرف مطالعہ سے حاصل شدہ معلومات کو معیاری درجہ کا علم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اسکی بنیاد پہ عدالتی فیصلوں کی اجازت دیکر کسی عدالت اس کے سپرد کی جا سکتی ہے۔

آخری گذارش مقصد یہ ہے کہ ملک کی ضروریات میں جسطرح یہ بات داخل ہے کہ ہر شعبہ اور فن کے ماہرین کی جماعت ملک میں ہو اور ان کے لئے الگ الگ کالج قائم ہیں۔ اسی طرح دینی مدارس کا اپنے خاص نصاب کے ساتھ باقی رکھنا بھی ملک و ملت کی ایک مذہبی ضرورت اور اہم فریضہ ہے۔ اب اگر مروجہ نصاب کیساتھ کسی کے نزدیک یہ دینی مدارس کسی قسم کی ہمدردی یا تعاون و امداد کے حقدار نہیں ہیں۔ اور اس کے نزدیک ان کا علیحدہ تشخص بھی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان مدارس کے مستحق تعاون اور نظر عنایت کیلئے ضروری سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کے نصاب میں مروجہ فنون کی پیوند کاری بھی ضروری ہے۔ تو ہماری گذارش یہ ہے کہ اس پیوند کاری سے دینی مدارس کی مقصدی افادیت کو نقصان پہنچانے کی اس کوشش سے ان کو معاف رکھا جائے تو بہتر ہوگا۔

مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

الحق میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں